روزے انسان کو عبادات میں بڑھانے غلطیوں سے بچانے، مشکلات پر قابو پانے اور خدا تعالیٰ کے فضل کو حاصل کرنے میں مدد دیتے ہیں۔

(فرمودہ 30 جنوری 1953ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

''میں نے اس سال کے شروع میں جماعت کو سات روزے رکھنے کی تحریک کی تھی۔ ان میں سے چار روزے تو گزر چکے ہیں اور تین روزے باقی ہیں۔ گویا ان میں سے زیادہ حصہ گزر گیا اور کم حصہ باقی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ مختلف جماعتوں کے دوستوں نے کس حد تک میری اس ہدایت کی تعمیل کی ہے۔ درحقیقت یہ تحریک ان کے اپنے فائدہ کے لیے تھی۔ روزوں سے انسان کے اندر نیکی کا مادہ ترقی کرتا ہے اور اسے اپنی غلطیوں پر قابو پانے کی زیادہ توفیق ملتی ہے۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کہتے ہیں کہ انسان کے نفس کے اندر جو بھوت اور جنّ پائے جاتے ہیں، جو بدروحیں اُس کے اندر پائی جاتی ہیں وہ صرف روزے سے ہی بھاگتی ہیں1۔ اور کسی چیز سے نہیں بھاگتیں۔ پھر روزوں میں دعائیں کرنے کا خاص طور پر موقع ملتا ہے جو انسان کے مصائب اور مشکلات کا ازالہ کرتی ہیں۔ اور پھر صبح اٹھنے کی وجہ سے انسان کو تہجد کی طرف قدم بڑھانے کا موقع ملتا ہے۔ غرض روزے مختلف جہات سے انسان کو غلطیوں سے بچانے، مشکلات اور مصائب پر قابو پانے، خدا تعالیٰ کے فضل کو حاصل کرنے اور

عبادات میں ترقی کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ پس میری اس ہدایت کے کہ سال کے شروع میں سات روزے رکھے جائیں یہ معنے نہیں کہ میں نے جماعت سے کسی قربانی کا مطالبہ کیا ہے۔ درحقیقت میں نے اس تحریک کے ذریعہ ان کی جھولیوں میں خدا تعالیٰ کی برکتیں ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ اس تحریک میں بھی جو شخص سُستی کرتا ہے، غفلت کرتا ہے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش نہیں کرتا وہ اپنا نقصان خود کرتا ہے۔ اس کی مثال اس شخص کی سی بن جاتی ہے جو سرد علاقہ کا رہنے والا تھا اور شدید گرمی کے دنوں میں دھوپ میں بیٹھا ہوا تھا۔ دھوپ کی وجہ سے اُس کا جسم جھلس رہا تھا، اُسے پسینہ آ رہا تھا۔ رستہ سے کوئی شخص گزرا اور اس نے اسے اس طرح کڑکڑاتی دھوپ میں بیٹھے دیکھا تو اس نے کہا۔ میاں! تم اس طرح کیوں تکلیف اٹھا رہے ہو؟ پاس ہی وہ دیوار ہے۔ اُس کا سایہ ہے جو ٹھنڈا ہے تم اس سایہ میں بیٹھ جاؤ۔ اس پر اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور کہا میں اگر سایہ میں چلا جاؤں تو تم مجھے کیا دو گے؟ یہ تو ایک لطیفہ ہے اور بعض قومیں دوسری قوموں پر ہنسی اڑانے کے لیے اس قسم کے لطیفے بنا لیا کرتی ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص اس روزوں کی تحریک کو چٹی سمجھتا ہے۔ وہ اس سے گریز کرتا ہے۔ وہ تو کہانی ہے اور کہانی شاید جھوٹی ہو لیکن یہ تو سچ مچ وہی حرکت کرتا ہے جو اُس شخص نے کی کہ اگر میں سایہ میں چلا جاؤں تو مجھے کیا دو گے؟ آخر کوئی شخص اگر روزے رکھنے سے گریز کرتا ہے تو اس کے سوائے اس کے کیا معنے ہیں کہ میں یہ کام کیوں کروں۔ اگر کروں تو تم مجھے کیا دو گے حالانکہ جو تحریک میں نے کی ہے یہ اُس کے اپنے فائدہ کی چیز ہے۔ لوگ تو ایک ایک فائدہ کے حصول کے لیے بڑی بڑی محنت کرتے ہیں۔ پھر جسے چار چار پانچ پانچ فائدے مل جائیں اُسے اَور کیا چاہیے۔ اگر انسان ایک ایک فائدہ کے لئے قربانی کرتا ہے تو چار پانچ فائدوں کے لیے تو اسے اس سے بڑھ کر قربانی کرنی چاہیے۔ پس جن لوگوں نے اس تحریک کے سلسلہ میں کوتاہی کی ہے اور روزے نہیں رکھے انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ انہوں نے نہ میرا کوئی نقصان کیا ہے اور نہ سلسلہ کا کوئی نقصان کیا ہے۔

ربوہ والوں کے متعلق مجھے اطلاع آئی ہے کہ وہ کوشش کر رہے ہیں کہ تمام کے تمام لوگ روزہ رکھیں۔ لیکن یہ اطلاع نہیں آئی کہ یہاں لوگ سو فیصدی روزے رکھتے ہیں یا نہیں۔ دوسرے، روزے کے بعد یہ اطلاع ضرور آئی ہے کہ روزے رکھنے والے پہلے سے زیادہ ہو گئے ہیں۔ اور زیادتی اُس وقت ہو سکتی ہے جب سو فیصدی نہ ہو۔ جب سو فیصدی لوگوں نے روزہ رکھ لیا تو زیادتی کے کیا معنے۔

پس ان کا کہنا کہ پہلے کی نسبت روزہ رکھنے والوں کی تعداد میں زیادتی واقع ہوگئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے روزہ رکھنے والوں میں کمی تھی اور اب بھی سو فیصدی لوگوں نے روزہ نہیں رکھا۔

بہرحال جیسا کہ میں نے بتایا ہے جس شخص نے اس تحریک کے سلسلہ میں کوتاہی کی ہے اُس کی یہ کوتاہی اُس پر ہی لَوٹتی ہے۔ بعض دفعہ اگر ایک شخص بھی خدا تعالیٰ کے سامنے دعا کرتا ہے تو اُس ایک شخص کی دعا ہی قوم کو کہیں کا کہیں پہنچا دیتی ہے۔ لیکن اجتماعی تحریک سے غرض یہ ہوتی ہے کہ سب لوگوں کو عبادت کرنے کا موقع ملے ورنہ اگر دس آدمی بھی عبادت کرتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ انکی دعائیں تو سن لے گا لیکن دوسرے لوگ اس برکت اور رحمت سے محروم ہو جائیں گے جو اس کے بدلہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے انہیں ملنی تھی۔

پرانی تفسیروں میں لکھا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں طوفان آیا (ہے تو یہ ایک کہانی، یہ اسرائیلیات میں سے ہے۔ لیکن بعض دفعہ بنی اسرائیل کی روایات، تفاسیر اور احادیث میں بھی نقل ہو جاتی ہیں۔ اور بعض اوقات یہ روایات بھی سبق کا کام دے جاتی ہیں۔ اگر مثنوی رومی اور کلیلہ دمنہ سے ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم ان روایات سے فائدہ نہ اٹھائیں جو بنی اسرائیل سے آئیں اَور پھر ہماری تفاسیر اور احادیث کی کتب میں بھی آ گئیں۔ بیشک یہ روایات مجروح قرار دے دی جائیں لیکن ان سے جو سبق ملتا ہے وہ تو ہمیں لینا چاہئیے)۔ بہرحال ایک روایت میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں جب طوفان آیا ایک چڑیا کا بچہ ایک درخت پر اپنے گھونسلا میں پیاسا پڑا تھا۔ اُس کی ماں گھونسلے سے اُڑ گئی تھی۔ پیاس کی وجہ سے وہ چڑیا کا بچہ بار بار اپنا منہ کھولتا تھا۔ طوفان بڑھنا شروع ہوا اور انسانوں کی آبادی تباہ ہونے لگی۔ اور دنیا میں تہلکہ مچ گیا۔ تب فرشتوں نے کہا اے خدا! کیا ہم طوفان کو تھما دیں؟ کافی لوگ تباہ ہو گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے کہا نہیں، تھوڑی دیر اَور۔ چنانچہ جب پانی اَور اونچا ہو گیا تو فرشتوں نے پھر خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کی اور کہا کیا اب طوفان کو تھما دیں؟ خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم نازل ہوا نہیں تھوڑی دیر اَور۔ پانی اَور اونچا ہو گیا۔ تو فرشتے پھر خدا تعالیٰ سے ملتجی ہوئے اور کہا کیا اب طوفان تھما دیں؟ خدا تعالیٰ نے کہا نہیں تھوڑی دیر اَور۔ فلاں درخت پر چڑیا کا ایک بچہ ہے، وہ پیاسا ہے، پانی اِس قدر اونچا کر دو کہ وہ گھونسلے میں سے چونچ باہر نکال کر پانی پی لے۔

اَب دیکھو خدا تعالیٰ کے نزدیک اس کی ساری مخلوق اس چڑیا کے بچہ کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں تھی۔ اس بچہ کی پیاس بجھانے کے لیے خدا تعالیٰ نے اپنی دوسری مخلوق کو تباہ کر دیا۔ اب ہے تو یہ ایک کہانی اور خواہ یہ کتنی مجروح ہو، کتنی متروک ہو لیکن اِس سے یہ سبق ضرور ملتا ہے کہ بعض دفعہ ایک چھوٹے سے اور بے حیثیت آدمی کے مقابلہ میں بھی اُن لوگوں کی پروا نہیں کی جاتی جو باحیثیت ہوتے ہیں لیکن درحقیقت بے حقیقت ہوتے ہیں۔ اِن سب کے مقابلہ میں ایک چھوٹے سے اور بے حیثیت آدمی کی پروا کی جاتی ہے جو بے حقیقت نہیں ہوتا۔

پس روزے رکھنے والے چاہے چار لاکھ میں سے دس ہزار ہوں چار پانچ ہزار ہوں۔ صاف بات ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک وہی مقبول ہیں۔ ان دس ہزار یا پانچ ہزار لوگوں نے دعا کر دی تو خدا تعالیٰ کے نزدیک کام ہو گیا۔ لیکن دوسرے لوگ اس کی برکتوں اور فضلوں سے محروم رہیں گے۔

حضرت لُوط علیہ السلام کی قوم پر جب عذاب آیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی۔ اس کا بائبل میں ذکر ہے۔ یونہی روایت یا کہانی نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی اے اللہ! تُو انہیں بخش دے۔ خدا تعالیٰ نے کہا اس گاؤں یا بستی میں گند بھرا ہے میں انہیں کس طرح بخش دوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے اللہ! آخر ساری قوم تو گندی نہیں ہوتی۔ اگر اس گاؤں کے اندر سَو آدمی نیک ہوں تو کیا ان گندے لوگوں کی وجہ سے تُو اُن سَو آدمیوں کو بھی تباہ کر دے گا؟ خدا تعالیٰ نے کہا نہیں ابراہیم! اگر اُس بستی میں سَو آدمی نیک ہوں تو میں اُس بستی کو تباہ نہیں کروں گا۔ حضرت ابراہیمؑ نے سمجھا کہ اس گاؤں میں سَو آدمی بھی نیک نہیں۔ تو آپ نے کہا الٰہی! اگر سَو نہیں تو نوے ہی سہی۔ صرف دس کا فرق ہے۔ اگر نوے آدمی اس بستی میں نیک ہوں تو کیا تُو دوسروں کے ساتھ ان کو بھی تباہ کر دے گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ابراہیم! اگر نوے آدمی بھی اس بستی میں نیک ہوں تو مَیں اس بستی کو تباہ نہیں کروں گا۔ حضرت ابراہیمؑ نے سمجھا کہ اس بستی میں نوے آدمی بھی نیک نہیں۔ آپ نے کہا اگر اسّی آدمی نیک ہوں تو کیا تُو ان کو دوسرے لوگوں کے ساتھ تباہ کر دے گا؟ خدا تعالیٰ نے کہا ابراہیم! اگر اسّی نیک آدمی بھی ہوں تو میں اس بستی کو تباہ نہیں کروں گا۔ اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعداد کم کرتے کرتے کہا۔ الٰہی! اگر اس بستی میں دس نیک آدمی بھی ہوں تو کیا تو اُن کو تباہ کر دے گا؟ اللہ تعالیٰ نے کہا نہیں ابراہیم! اگر دس آدمی بھی نیک ہوں تو میں اس بستی کو تباہ نہیں کروں گا[2]۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے

مزید اصرار کرنے کی جرأت نہ کی اور سمجھ لیا کہ یہ بستی اب تباہ ہو کر رہے گی۔ تو اگر حقیقی نیک آدمی موجود ہوں تو چاہے وہ کتنے ہی تھوڑے ہوں وہ دعا کے لیے کھڑے ہو جائیں تو ان کی دُعا آفات کو زائل کر دیتی ہے۔ بدقسمتی باقی لوگوں کی ہوتی ہے کہ وہ اس دعا میں شامل نہیں ہوتے۔

عذاب سے بچ جانا اور مقام کو حاصل کر لینا دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ ضروری نہیں ہوتا کہ اگر ایک شخص عذاب سے بچ جائے تو وہ مقام بھی حاصل کر لے۔ اللہ تعالیٰ بسا اوقات خفگی کی وجہ سے بھی انسان کو نعمتیں عطا کر دیتا ہے۔ مجھے یاد ہے ہمارے پاس ایک گائے تھی اُس نے ایک بچہ دیا۔ ہمارے ہاں رواج ہوتا ہے کہ جانور دوسرے شخص کو دے دیا جاتا ہے کہ وہ اُس کی پرورش کرے۔ جب بڑا ہو جائے تو اس کی قیمت میں سے ایک حصہ اسے دے دیا جاتا ہے۔ مثلاً جانور اگر چھوٹا ہو تو ادھیارہ کر لیا جاتا ہے اور اگر بڑا ہو تو یہ طے کر لیا جاتا ہے کہ پرورش کے بدلہ میں اسے تیسرا حصہ یا تین چوتھائی دے دیا جائے گا۔ بہرحال ہم نے وہ گائے کا بچہ ایک شخص کو پرورش کے لیے دے دیا۔ مجھے یاد نہیں رہا کہ ہم نے اُس سے کونسا حصہ طے کیا تھا۔ آیا ہم نے تیسرا حصہ دینے کا وعدہ کیا تھا یا نصف دینے کا وعدہ کیا تھا۔ بہرحال جب وہ بچھڑا بڑا ہوا۔ تو اُس شخص کی عورت میرے پاس آئی اور اُس نے معاہدہ کے خلاف بات کی۔ یعنی اگر تیسرے حصہ کا وعدہ تھا تو اُس نے کہا معاہدہ نصف کا تھا یا نصف دینے کا معاہدہ تھا تو اس نے دو تہائی کہا۔ بہرحال جو فیصلہ ہوا تھا اُس نے اِسے بڑھا کر کہا۔ میں نے کہا دیکھو! تم نے غلط بیانی سے کام لیا ہے اور وعدہ کے خلاف حصہ بتایا ہے۔ تمہارے خیال میں اگر میں اس حصہ سے کم دوں جو تم بیان کرتی ہو تو میں کمینہ بنتا ہوں۔ پس میں تمہیں اس کی یہ سزا دیتا ہوں کہ میں یہ گائے تمہیں ہی دے دیتا ہوں۔ چونکہ سزا کا کوئی اَور طریق نہ تھا اس لیے میں نے اُسے یہی سزا دے دی کہ میں گائے ہی تمہیں دے دیتا ہوں۔

پس سزا کا ایک طریق یہ بھی ہوتا ہے کہ جتنی چیز کوئی مانگتا ہے بعض دفعہ خفگی کے طور پر اُس سے زیادہ اُسے دے دی جاتی ہے۔ پس معافی کا مِل جانا یا ناراضگی کے طور پر کسی نعمت کا زائد طور پر مل جانا اپنی ذات میں اچھا نہیں ہوتا۔ اپنی ذات میں یہ چیز اچھی ہوتی ہے کہ رضا مل جائے۔ اگر رضا نہیں ملتی تو اس کا کیا فائدہ؟ جیسا کہ میں نے بتایا ہے میں نے اُس عورت سے کہا تم گائے ہی لے لو۔ میں تم سے کوئی حصہ نہیں لیتا۔ تم نے ایک چھوٹی سی چیز کو لالچ کا رنگ دے دیا ہے۔

رسول کریم ﷺ نے ایک دفعہ ایک شخص کے پاس آدمی بھجوایا کہ تم زکوٰۃ ادا کرو۔ اُس نے کہا دیکھو! کتنا عملہ میں نے رکھا ہوا ہے۔ مجھے ان جانوروں کی خدمت کرنی پڑتی ہے، ان پر یہ یہ اخراجات ہوتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ آجاتے ہیں اور کہتے ہیں دو چندے، اور دو زکوٰۃ۔ جب وہ پیغامبر واپس آگیا اور اُس نے رسول کریم ﷺ کو سارا واقعہ سنایا تو آپؐ نے فرمایا اس شخص سے آئندہ زکوٰۃ نہ لی جائے۔ بظاہر تو اسے ایک چیز مل گئی۔ اگر ہزار روپیہ سالانہ زکوٰۃ تھی تو اُسے ہزار روپیہ سالانہ بچ گیا۔ لیکن اس شخص کے اندر نیکی تھی۔ جب رسول کریم ﷺ کا پیغامبر چلا گیا تو اس کی آنکھیں کھلیں اور اس نے خیال کیا کہ چیز تو مل گئی ہے لیکن خفگی کے ساتھ ملی ہے۔ چنانچہ وہ زکوٰۃ لے کر رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یَا رَسُولَ اللّٰہ ! زکوٰۃ حاضر ہے۔ آپ نے فرمایا تم سے زکوٰۃ نہیں لی جائے گی۔ چنانچہ وہ روتا ہوا چلا گیا۔ پھر اگلے سال آیا اور نہ صرف اُس سال کی زکوٰۃ ساتھ لایا بلکہ پہلے سال کی زکوٰۃ بھی لایا اور کہا یَا رَسُولَ اللّٰہ ! میں نے پچھلے سال کی زکوٰۃ کے جانور بھی پالے تھے وہ بھی لایا ہوں اور اِس سال کی زکوٰۃ بھی لایا ہوں حضور! قبول فرمالیں۔ آپ نے فرمایا نہیں، تم سے زکوٰۃ نہیں لی جائے گی۔ آپؐ کی وفات کے بعد وہ شخص حضرت ابوبکرؓ کے پاس زکوٰۃ لے کر آیا۔ آپ نے فرمایا جس شخص سے رسول کریم ﷺ نے زکوٰۃ قبول نہیں کی۔ اُس سے میں بھی زکوٰۃ نہیں لوں گا [3]۔ اگر کوئی بے ایمان شخص ہوتا تو کہتا چلو مزے ہو گئے اتنا مال مل گیا ہے۔ لیکن ایک دیندار شخص یہ سمجھے گا کہ میں کچھ لے کر نہیں آیا۔ یہ لعنت ہے جو میں نے خریدی ہے۔ پس اگر کوئی شخص اُس چیز سے بھی گریز کرتا ہے جو اُس کے فائدہ کی چیز ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں نے خوب چکمہ دیا ہے اور اپنا خوب بچاؤ کیا ہے تو وہ کسی کا نقصان نہیں کرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ اِس طرح کر کے ایک بھاری نعمت سے محروم رہتا ہے۔ درحقیقت وہ اپنی ناک آپ کاٹتا ہے دوسرے کا کوئی نقصان نہیں کرتا۔

پس جس شخص سے پہلے غفلت ہوئی ہے خدا تعالیٰ اُسے سمجھ دے تو وہ باقی روزوں کو پورا کرے۔ اگرچہ وہ باقی روزے رکھ کر اُس ثواب کو حاصل نہیں کر سکتا جو پہلے روزے رکھنے والوں نے حاصل کیا۔ وہ وقت گزر گیا۔ ایک وقت ہوتا ہے جو اس سے فائدہ اٹھالیتا ہے، اٹھالیتا ہے۔ لیکن کہتے ہیں جاتے چور کی لنگوٹی ہی سہی۔ اگر پہلے روزے نہیں رکھے اور اس طرح ثواب اور ایمان کی ترقی سے محروم رہے تو باقی روزوں کو رکھ کر جو ثواب ملتا ہے اسے کیوں جانے دو۔

رسول کریم ﷺ نے ایک دفعہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو یہ یہ انعام دے گا۔ پھر فرمایا کہ میری امت میں سے بعض لوگ ایسے بھی ہوں گے جن کو خدا تعالیٰ بغیر حساب لئے جنت میں داخل کرے گا۔ ایک صحابیؓ کھڑے ہوئے اور درخواست کی کہ یَا رَسُولَ اللّٰہ! دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ مجھے بھی اُن لوگوں میں شامل کرے۔ آپ نے فرمایا ایسا ہی ہوگا۔ اس کے بعد ایک اَور صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یَا رَسُولَ اللّٰہ! میرے لیے بھی دعا کریں۔ آپ نے فرمایا اب نہیں، جو یہ انعام لے گیا، لے گیا4۔ اس کی نقل کرنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ اِس طرح تو ساری دنیا نقل کرے گی۔

پس وقت پر کسی چیز کا خیال آجانا اور پھر عمل کر لینا بھی بھاری نیکی ہوتی ہے۔ لیکن کم سے کم وہ انسان بدقسمتی سے تو بچ جاتا ہے جسے بے وقت خیال آجائے اور پھر وہ عمل کرے۔ یہاں کے لوگوں میں سے خدا تعالیٰ جسے ہدایت دے دے تو باقی تین روزے رکھنے کی توفیق مل جائے گی۔ لیکن خطبہ چونکہ دیر سے چھپتا ہے اس لیے باہر کی جماعتوں کو دو روزے مزید باقی جماعت کے ساتھ رکھنے کا موقع مل جائے گا۔

بہرحال جماعت آجکل سخت مشکلات میں سے گزر رہی ہے۔ دشمن مختلف طریق سے جماعت کو مٹانے کی کوشش کر رہا ہے۔ جماعت نے خدا تعالیٰ کے فضل سے مٹنا تو نہیں لیکن جو شخص اس کے بچانے کی کوشش کرتا ہے یقیناً وہ خدا تعالیٰ کے حضور میں بڑا مقرب ہے۔ چونکہ ہم میں کوئی طاقت نہیں اس لیے ہمارے پاس یہی ذریعہ ہے کہ جس ہستی کو اس کی طاقت حاصل ہے ہم اُس کے سامنے عرض کریں کہ حضور! جماعت کو دشمن کی زد سے محفوظ رکھیئے۔ گویا ہمارا کام صرف منہ سے کہنا ہے اور رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی دوسرے شخص کی شفاعتِ حَسنہ کرتا ہے خدا تعالیٰ اُس کو بھی فائدہ سے محروم نہیں کرتا بلکہ اُسے بھی فائدہ پہنچاتا ہے5۔ تو جب ایک شخص کی شفاعتِ حسنہ کرنے سے انسان فائدہ سے محروم نہیں رہتا تو ایک جماعت کی شفاعت کرنے کے بعد وہ کیوں محروم رہے گا۔

پس دوستوں کو خدا تعالیٰ سے دعائیں کرنی چاہئیں کہ وہ جماعت کی حفاظت کرے، اسلام کی ترقی کے سامان بخشے، دشمن ناکام و نامراد ہوں، ہم ان کی ناکامی اپنی آنکھوں سے دیکھیں تا ہمارے دل اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے لذت حاصل کریں۔ یہ بہت بڑی چیز ہے اس کے لیے دوست دعا کریں۔ بار بار خدا تعالیٰ کے حضور جائیں، بار بار اُس کے سامنے پیش ہوں اور اُس

سے دعا مانگیں ۔ یہ ایسا کام نہیں جو دوبھر معلوم ہو۔ یہ کام تو ایسا ہے جو جماعت کے ہر فرد کے لیے فائدہ مند ہے۔ اگر جماعت بچے گی تو اس کا ہر شخص بچے گا۔ اگر جماعت ترقی کرے گی تو اس کا ہر فرد ترقی کرے گا۔ ہماری جماعت اگرچہ تعداد میں تھوڑی ہے لیکن پھر بھی اِس وجہ سے کہ جماعت منظّم ہے ہر سال ہزاروں آدمی ایسے ہوتے ہیں جو اِس جتھا کی وجہ سے بہت سی مشکلات سے بچ جاتے ہیں۔ اگر وہ اس جماعت سے باہر ہوتے تو ان مشکلات سے نہ بچتے۔ بے شک بعض ایسے افراد بھی ہیں جو اپنی بداخلاقیوں اور سُستیوں کی وجہ سے نہیں بچتے۔ لیکن جماعت کا ایک خاصا حصہ ایسا ہے جو جماعت کی تائید کی وجہ سے بچ جاتا ہے۔ اور بعض اوقات گِرے ہوئے لوگ دوبارہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ابھی تو ہم تھوڑے ہیں لیکن پھر بھی جتھا کی وجہ سے لوگ فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ لیکن اگر جماعت بڑھ جائے اور اسے طاقت حاصل ہو جائے تو کمزوروں کو اِس وقت سے کہیں زیادہ فائدہ حاصل ہوگا۔ اور وہ ظالموں کے ظلموں سے بچ جائیں گے۔ دنیوی طور پر بھی اور دینی طور پر بھی۔ پس جماعت کے لیے دعا درحقیقت اپنے لئے دعا ہے۔ اگر کوئی شخص جماعت کی ترقی کے لیے دعا کرتا ہے تو درحقیقت وہ اپنے لئے دعا کرتا ہے۔ وہ کسی پر احسان نہیں کرتا بلکہ اپنے فائدہ کا کام کرتا ہے۔" (الفضل 8 رفروری 1953ء)

1: مرقس باب 9 آیات 25 تا 29 میں "روزوں" کی بجائے "دعا" کا ذکر ہے۔

2: پیدائش باب 18 آیت 20 تا 33 (مفہوماً)

3: اسد الغابة جلد 1 صفحہ 237, 238 مطبوعہ ریاض 1384ھ

4: بخاری کتاب الرقاق باب يَدْخُلُ الْجَنَّةَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا بغَيْرِ حِسَاب

5: بخاری کتاب الزکوٰۃ ۔ باب التَّحْرِيْض عَلَى الصَّدَقَة (الخ)